عہد خلفاء راشدین اور اسلاموفوبیا

The era of four rightly guieded Caliphs and Islamophobia

☆ ڈاکٹر خدیجہ عزیز

Abstract:

Islamophobia is a term that refers to prejudice or discrimination against Islam and Muslim.The roots of Islamophobia can be traced back to the distant past. Hypocrate Abd Ullah b. Ubbay Al-Salul was the first Islamophobic person in the era of Holy Prophet Muhammad (SAWS) and then farther Abd Ullah b. Saba in the era of The Rashidun Khalips. They can be considered as the precursor of Islamophobia.

مغرب میں عام طور پر اسلام سے خوف اور مسلمانوں سے کراہت کے لئے اسلاموفوبیا کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔

لفظ فوبیا کے عربی معنی الرھاب یعنی ہر نئی چیز سے خوف ہے۔ یہ ایک نفسیاتی مرض ہے جس میں مریض ہر اجنبی چیز کو دیکھ کر ڈر اور خوف محسوس کرتا ہے۔ لفظ فوبیا کا استعمال تقریباً گذشتہ چالیس پچاس سال سے اسلام کے حوالے سے بھی ہونے لگا ہے جس سے عام طور پر مراد یہ لی جاتی ہے کہ اسلام ایک متعصب دین ہے جس کا رویہ غیر مسلموں کے ساتھ معاندانہ ہے۔ دراصل اسلام سے خوف اسلام کے ابتداء ہی سے موجود ہے جو ہر زمانے میں مختلف شکلوں میں موجود رہا ہے۔ عہدِ خلفاء راشدین میں بھی اسلاموفوبیا کی وجہ سے مسلمانوں کو کافی نقصان اٹھانا پڑا ہے۔

نبی کریم ﷺ کی زندگی ہی میں چونکہ اسلام مکمل ہو گیا تھا اور نبوت کا باب تا قیامت بند ہو گیا۔ اس دوران مسلمان سیاسی، معاشی اور معاشرتی لحاظ سے بہت خوشحال ہو گئے تھے۔ لیکن نبی کریم ﷺ کی وفات سے ابوبکر صدیقؓ کے دور حکومت میں کچھ عرب قبائل جو مسیحی آبادی کے قریب رہتے تھے اور جن میں مسیحی بھی تھے، مرتد ہو گئے۔ ان کی دو قسمیں تھیں۔ اول وہ لوگ جو نجد و یمن(۱) اور حضر موت(۲) وغیرہ کی طرف مسیلمہ(۳)

☆ اسسٹنٹ پروفیسر، شعبۂ اسلامیات، شہید بینظیر وومن یونیورسٹی پشاور، پاکستان۔

وطلیحہ (۴) وسجاح (۵) وغیرہ جھوٹے مدعیان نبوت کے پیروکار بن گئے تھے۔ دوسرے وہ قبائل جو زکوٰۃ کی ادائیگی سے منکر ہوگئے تھے۔ درحقیقت یہ دونوں گروہ آپس میں ملے ہوئے تھے۔

اسلام نے مسلمانوں پر زکوٰۃ فرض کی تھی۔ یہ ایک فریضہ تھا جو مالدار اور صاحب نصاب لوگوں کو ادا کرنا پڑتا تھا۔ چند قبائل نے اس اسلامی فریضہ کی ادائیگی سے انکار کیا۔ باقی دین اسلام سے ان کو انکار نہ تھا۔ زکوٰۃ کا انکار چونکہ قبائل کے مزاج اور مادی خواہشات وجذبات کے مناسب حال تھا، لہٰذا اس انکار میں بہت سے لوگ شریک ہوگئے۔ یہ چونکہ ایک سرکشی تھی لہذا نومسلم سرکشوں کو مسیلمہ وطلیحہ وغیرہ جھوتے دعوے داران نبوت نے اپنی طرف راغب کیا اور مالی عبادت کے علاوہ جسمانی عبادات میں بھی تخفیف کے لئے ان کی نبوت منوانے کا موقع پایا۔

اس کے ساتھ ساتھ یہ گروہ اسلامی سلطنت کی مخالف دو طاقتور سلطنتوں کی حمایت مسلمانوں کے خلاف ساز باز میں مصروف رہتے اور ان کو مدینہ پر چڑھائی کے لئے سہولتیں مہیا کرنے کا وعدہ کرتے۔ (۶) حضرت عمر فاروقؓ (۷) کے دور حکومت میں اسلامی حکومت اتنی مستحکم ہوگئی کہ مسیحیوں اور ایرانیوں کی مضبوط تہذ سلطنتیں اب مسلمانوں کی زیرِ نگیں آ گئی تھیں اور تمام ملک عرب پر اسلام چھا گیا لیکن غیر مسلموں کی اندرونی سازشیں اور عہد شکنی جاری رہیں، مثلاً خیبر کا علاقہ یہودیوں کے پاس عہدِ رسالت سے حضرت عمر فاروق کے عہد تک رہا لیکن معاہدوں کی مخالفت کی وجہ سے ان کو عرب سے نکال دیا گیا تھا جیسا کہ تاریخ اسلام کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک دفعہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ ایک ضرورت کے تحت خیبر آئے تو یہودیوں نے ان پر حملہ کر دیا۔ معاہدے کا پاس نہ رکھنے پر حضرت عمرؓ نے ان کو خیبر سے نکل جانے کا حکم دیا۔ (۸)

فاروق اعظم نے یعلی بن امیہؓ کو حکم دیا کہ ملک یمن کی طرف جا کر نجران کے مسیحیوں سے کہہ دو کہ تم اس ملک کو چھوڑ دو۔ ہم تم کو حدود عرب سے باہر ملک شام میں تمہاری ان زمینوں سے زیادہ زرخیز اور وسیع زمینیں دیں گے کیونکہ ہم تمہیں مشقت میں مبتلا نہیں کرنا چاہتے۔ ملک عرب اب صرف مسلمانوں کے لئے رہے گا۔ غیر مسلم ہونے کی حالت میں تمہارا قیام یہاں ممکن نہیں۔ نجران کے مسیحی مسلمانوں کے بیچ رہ کر رومی سلطنت کے لئے جاسوسی اور اسلام کے خلاف سازشیں بُننے میں مصروف تھے۔ نبی کریم ﷺ ملک عرب کے یہودیوں اور مسیحیوں کی سودخوری اور اسلام مخالف سازشوں سے واقف تھے اس لئے نصیحت فرمائی کہ مسلمانوں کو یہودیوں اور مسیحیوں کی ہمسائیگی سے دور رکھا جائے کہ یہ بدعادات مسلمانوں میں سرایت نہ کر جائیں۔

اخرجوا الیھود والنصاری من جزیرة العرب (۹)-

(یہود اور نصاریٰ کو جزیرۃ عرب سے نکال دو)

نجران کے مسیحیوں نے ہرقل (۱۰) کے ساتھ ہمدردانہ طرزِ عمل اختیار کر کے اور سود خوری کو ترک نہ کر کے اپنے آپ کو خود ہی اس سلوک کا مستحق بنا لیا تھا کہ ان کو ملک عرب سے جلا وطن کر دیا جائے۔ (۱۱)

مدینہ میں فیروز نامی ایک فارسی غلام تھا جس کی کنیت ابولؤلؤ تھی۔ ایک دن حضرت عمرؓ کو شکایت کی کہ میرے آقا مغیرہ بن شعبہؓ نے مجھ پر بہت بھاری رقم مقرر کی ہے۔ آپؓ اس کو کم کر دیں۔ حضرت عمرؓ نے رقم پوچھی تو اس نے کہا روزانہ دو درہم۔ آپؓ نے پیشہ پوچھا تو اس نے کہا: نجاری، نقاشی اور آہن گری۔ آپؓ نے کہا کہ پیشے کے مقابلے میں رقم کچھ زیادہ نہیں۔ فیروز دل میں سخت ناراض ہو کر چلا گیا۔ دوسرے دن حضرت عمرؓ صبح نماز کے لئے نکلے تو فیروز خنجر لے کر مسجد میں آیا۔ جب صفیں درست ہوئیں اور حضرت عمرؓ امامت کے لئے کھڑے ہوئے تو فیروز نے چھ وار کئے جس میں سے ایک وار ناک کے نیچے پڑا۔ حضرت عمرؓ نے عبدالرحمٰن بن عوفؓ (۱۲) کو اپنی جگہ امامت کے لئے کھڑا کر دیا اور خود زخم کے صدمے سے نیچے گر پڑے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے اس حالت میں نماز پڑھائی کہ حضرت عمرؓ نیچے تڑپتے رہے تھے۔ فیروز لوگوں کو زخمی کرتا ہوا بھاگا لیکن جب پکڑا گیا تو خودکشی کر لی۔ (۱۳) حضرت عثمان غنیؓ کے دورِ حکومت میں پہلا مقدمہ یہی پیش ہوا تھا جس سے اسلام کے خلاف سازش کا واضح پتہ چلتا ہے۔ فاروق اعظمؓ کی شہادت سے چند روز بیشتر ایک روز ابولولوء ایک خنجر لئے ہوئے ہرمزان کے پاس گیا۔ یہ ہی ایرانی سردار تھا جو فاروق اعظمؓ کے ہاتھ پر مسلمان ہو کر مدینہ منورہ میں رہ رہا تھا ابولولوء تھوڑی دیر تک ہرمزان کے پاس بیٹھا باتیں کرتا رہا۔ اس وقت وہاں حیرہ کا باشندہ ایک عیسائی غلام (جفینہ) بھی بیٹھا تھا۔ حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ نے ان تینوں کو ایک جگہ بیٹھے باتیں کرتے ہوئے دیکھا۔ حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ (۱۴) کو قریب آتے دیکھ کر ابولولوء وہاں سے اٹھ کر چل دیا۔ اٹھتے وقت خنجر جو وہ لئے ہوئے تھا اس کے ہاتھ سے گر گیا تھا۔ جس کو گرتے ہوئے اور ابولولوء کو اسے اٹھاتے ہوئے بھی حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ نے دیکھا تھا۔ ساتھ ہی مذکورہ بالا تمام واقعہ بھی انہوں نے سنایا۔ ابولؤلؤ کے ہرمزان کے پاس جانے اور باتیں وغیرہ کرنے کا حال فاروق اعظمؓ کی شہادت کے بعد جب ان کے دوسرے بیٹے حضرت عبیداللہ بن عمرؓ نے سنا تو طیش اور انتقام کے جوش میں انہوں نے موقع پا کر ہرمزان پر حملہ کیا۔ ہرمزان کو زخمی ہو کر گرتا ہوا دیکھ کر حضرت سعد بن ابی وقاصؓ (۱۵) نے حضرت عبیداللہ بن عمرؓ کو گرفتار کرنے کی کوشش کی۔ حضرت

عبیداللہ بن عمرؓ، جفینہ مسیحی غلام کو بھی قتل کرنے کو دوڑے، قبل اس کے کہ عبیداللہ جفینہ کو قتل کرتے، حضرت سعد بن ابی وقاص نے ان کو گرفتار کرلیا۔ چونکہ ابھی تک کوئی خلیفہ منتخب نہیں ہوا تھا اور حضرت صہیبؓ (۱۶) ہی عارضی طور پر خلافت کے ضروری کام انجام دے رہے تھے، لہٰذا حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے حضرت عبیداللہ بن عمرؓ کو صہیبؓ کی خدمت میں پیش کیا۔ حضرت صہیبؓ نے نئے خلیفہ کے منتخب ہونے تک معاملے کو مؤخر کردیا۔ اب جب حضرت عثمان غنیؓ خلیفہ منتخب ہوئے اور بیعت عامہ مسجد نبوی ﷺ میں ہوچکی اور عثمان غنیؓ خطبہ خلافت بھی لوگوں کو سنا چکے تھے تو سب سے پہلے آپ کی خدمت میں یہ مقدمہ پیش ہوا اور حضرت عبیداللہ عمرؓ کو آپ کے سامنے لایا گیا۔ حضرت عبیداللہ بن عمرؓ سے جب ہرمزان کے قتل کے متعلق پوچھا گیا تو اس نے اقرار کیا۔ اس پر حضرت عثمان غنیؓ نے صحابہ کرامؓ سے مشورہ لیا۔ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ حضرت عبیداللہ بن عمرؓ کو ہرمزان کے قصاص میں قتل کردینا چاہیئے۔ لیکن حضرت عمرو بن العاصؓ نے حضرت علیؓ کی اس رائے سے مخالفت کا اظہار کیا اور کہا کہ یہ کسی طرح مناسب نہیں۔ ابھی کل پرسوں کی بات ہے کہ باپ مارا گیا ہے۔ آج اس کے بیٹے کو قتل کرتے ہو۔ اور لوگوں نے بھی حضرت عمرو بن العاصؓ کی رائے کی تائید کی۔ عثمان غنیؓ کچھ شش و پنج میں پڑے لیکن پھر فوراً ہی فرمایا کہ یہ واقعہ نہ فاروق اعظمؓ کے عہد خلافت کا ہے اور نہ میری خلافت کے زمانے کا، کیونکہ میرے خلیفہ منتخب ہونے سے پہلے یہ واقعہ ظہور پذیر ہوچکا تھا ٹ لہٰذا میں اس کا ذمہ دار نہیں ہوسکتا۔ اس کے بعد حضرت عثمان غنیؓ نے یہ بہترین صورت اختیار کی کہ خود حضرت عبیداللہ بن عمرؓ کا ولی بن کر اپنے پاس سے ہرمزان کے قتل کی دیت ادا کردی اور منبر پر چڑھ کر ایک پر اثر تقریر کی اس طرح تمام لوگ اس فیصلے سے خوش ہوئے اور حضرت عبیداللہ بن عمرؓ قصاص سے بچ گئے۔ (۷) ۲عبداللہ بن سبا (۱۸) المعروف بہ ابن السوداء شہر صنعاء (۱۹) کا رہنے والا اصلاً ایک یہودی تھا۔ وہ حضرت عثمان غنیؓ کے عہد خلافت میں یہ دیکھ کر کہ مسلمانوں کو خوب مادی ترقی حاصل ہوئی ہے اور اب یہی دنیا میں سب سے بڑی فاتح قوم بن گئی ہے مدینہ آیا اور بظاہر مسلمانوں میں شامل ہوگیا۔ مدینہ میں اس کا آنا اور رہنا بہت ہی غیر معروف اور ناقابل التفات تھا۔ اس نے مدینے میں رہ کر مسلمانوں کی اندرونی اا ور داخلی کمزوریوں کو خوب جانچا اور مخالف اسلام تدابیر ترتیب دیں۔ انہی ایام میں بصرہ کے اندر ایک شخص حکیم بن جبلہ رہتا تھا۔ اس نے یہ طریقہ اختیار کیا کہ اسلامی لشکر کے ساتھ کسی فوج میں شریک ہوجاتا اور موقع پانے پر ذمیوں کو لوٹ لیتا۔ کبھی کبھی اور لوگوں کو بھی اپنا شریک بناتا اور ڈاکہ زنی اختیار کرتا۔ اس کی ڈاکہ زنی کی خبریں مدینہ میں حضرت عثمان غنیؓ تک پہنچیں۔ (۲۰)

حضرت عثمان غنیؓ نے گورنر بصرہ(۲۱) کو لکھا کہ حکیم بن جبلہ(۲۲) کو شہر بصرہ کے اندر نظر بند رکھو اور حدود شہر سے باہر ہرگز نہ نکلنے دو۔ اس حکم کی تعمیل میں وہ بصرہ کے اندر محصور و نظر بند رہنے لگا۔ عبداللہ بن سبا، حکیم بن جبلہ کے حالات سن کر مدینہ سے روانہ ہوا اور بصرہ پہنچ کر حکیم بن عبداللہ کے ہاں ٹھہرا۔ یہاں اس نے حکیم بن جبلہ اور اس کے ذریعہ اس کے دوستوں اور دوسرے لوگوں سے مراسم پیدا کئے، اپنے آپ کو مسلمانوں کا حامی اور خیرخواہ آل رسول ظاہر کر کے لوگوں کے دلوں میں اپنے منصوبے کے موافق فساد انگیز خیالات و عقائد پیدا کرنے لگا۔ کبھی کہتا کہ مجھ کو تعجب ہوتا ہے کہ مسلمان اس بات کے تو قائل ہیں کہ حضرت عیسیٰؑ دوبارہ دنیا میں آئیں گے لیکن اس بات کو نہیں مانتے کہ حضرت محمد ﷺ بھی دنیا میں ضرور آئیں گے۔ چنانچہ ان لوگوں کو:

إِنَّ الَّذِي فَرَضَ عَلَيْكَ الْقُرْآنَ لَرَادُّكَ إِلَى مَعَادٍ(۲۳)

(اے پیغمبر) جس (اللہ) نے تم پر قرآن (کے احکام) کو فرض کیا ہے وہ تمہیں بازگشت کی جگہ لوٹا دے) کی غلط تفسیر سنا سنا کر اس عقیدے پر قائل کرنا شروع کیا کہ آنحضرت ﷺ کی مراجعت دنیا میں ضرور ہو گی۔ لوگوں کی بڑی تعداد اس کے فریب میں آ گئی، پھر اس نے ان احمقوں کو اس عقیدے پر قائل کرنا شروع کیا کہ ہر پیغمبر کا ایک خلیفہ اور وصی ہوا کرتا ہے اور حضرت محمد ﷺ کے وصی حضرت علیؓ ہیں۔ جس طرح آنحضرت ﷺ خاتم الانبیاء ہیں۔ اس طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ آخری وصی ہیں۔ پھر اس نے علانیہ کہنا شروع کیا کہ لوگوں نے آنحضرت ﷺ کے بعد حضرت علی کے سوا دوسروں کو خلیفہ بنا کر بڑی حق تلفی کی ہے۔ اب ان کو چاہیے کہ حضرت علیؓ کی مدد کریں اور موجودہ خلیفہ کو قتل یا معزول کر کے حضرت علیؓ کو خلیفہ بنا دیں عبداللہ بن سبا یہ تمام منصوبے اور اپنی تحریک کی ان تمام چیزوں کو مدینہ منورہ سے سوچ کر بصرہ آیا تھا اور اس نے نہایت احتیاط اور قابلیت کے ساتھ ان عقیدوں کو لوگوں کے سامنے بیان کرنا شروع کیا۔(۲۴) یہ صورتحال خلافتِ راشدہ کے دور کے آخری سالوں میں اسلاموفوبیا کی واضح مظاہر ہیں۔

رفتہ رفتہ اس فتنے کا حال بصرہ کے گورنر عبداللہ بن عامر کو معلوم ہوا تو انہوں نے عبداللہ بن سبا کو بلا کر پوچھا: تم کون ہو؟ کہاں سے آئے اور یہاں کیوں آئے ہو۔ عبداللہ بن سبا نے کہا، مجھ کو اسلام سے دلچسپی ہے۔ میں اپنے یہودی مذہب کی کمزوریوں کے خلاف ہو کر اسلام کی طرف متوجہ ہوا ہوں اور یہاں آپ کی رعایا بن کر زندگی بسر کرنا چاہتا ہوں۔ عبداللہ بن عامر نے کہا مجھ کو تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ تم کوئی فتنہ برپا کرنا اور مسلمانوں کو گمراہ کر کے یہودی ہونے کی حیثیت سے جمعیت اسلامی میں افتراق و انتشار پیدا کرنا چاہتے ہو۔ چونکہ عبداللہ

بن عامر کی زبان سے پتے کی باتیں نکل گئی تھیں۔ لہٰذا اس کے بعد عبداللہ بن سبا نے بصرہ میں اپنا قیام مناسب نہ سمجھا اور اپنے خاص الخاص رازدانوں اور شریک کار لوگوں کو وہاں چھوڑ کر اور اپنی بنائی ہوئی جماعت کیلئے مناسب تجاویز و ہدایات سمجھا کر بصرہ سے چل دیا اور دوسرا اسلامی فوجی مرکز کوفہ میں آیا۔ یہاں پہلے ہی سے حضرت عثمانؓ کے مخالفین کی ایک جماعت موجود تھی۔ عبداللہ بن سبا کو بصرہ سے کوفہ (۲۵) میں آکر اپنی شرارتوں کو کامیاب بنانے کا زیادہ بہتر موقع ملا۔

عبداللہ بن سبا کو ایک طرف تو اسلام سے دشمنی تھی۔ دوسری طرف اس کو حضرت عثمان غنیؓ سے عداوت تھی وہ حضرت عثمان غنیؓ سے انتقام لینے کا خواہش مند معلوم ہوتا تھا۔ کوفہ میں آکر بہت جلد عبداللہ بن سبا نے اپنے زہد و تقویٰ کا سکہ لوگوں کے دلوں پر بٹھایا۔ عام طور پر لوگ اس کو تعظیم و تکریم کی نگاہ سے دیکھتے اور اس کا ادب و لحاظ کرتے تھے۔ جب کوفہ میں عبداللہ بن سبا کے پھیلائے ہوئے خیالات کا چرچا ہوا تو یہاں کے گورنر سعید بن العاصؓ نے اسے بلا کر ڈانٹا اور وہاں کے سمجھدار اور شریف آدمیوں نے بھی اس کو مشتبہ آدمی سمجھا۔ چنانچہ عبداللہ بن سبا کوفہ سے نکل کر شام کی طرف روانہ ہوا۔ مگر جس طرح بصرہ میں وہ اپنی جماعت چھوڑ آیا تھا، اسی طرح کوفہ میں بھی اس نے اپنی ایک زبردست جماعت چھوڑی۔ کوفہ سے وہ شام یعنی دمشق میں پہنچا لیکن جلد ہی اسے یہاں سے شہر بدر ہونا پڑا۔ حضرت عثمان غنیؓ اور بنو امیہ (۲۶) سے عبداللہ بن سبا کی عداوت دم بہ دم ترقی کر رہی تھی اور ہر جلاوطنی اس کے لئے ایک نیا میدان اور نیا موقع پیدا کر دیتی تھی۔ شام سے نکل کر وہ سیدھا مصر پہنچا جہاں کے گورنر عبداللہ بن سعد تھے۔ مصر میں عبداللہ بن سبا نے اپنے سابقہ تجربہ سے فائدہ اٹھا کر زیادہ احتیاط اور زیادہ رازداری کے ساتھ کام شروع کیا۔ یہاں اس نے اپنی خفیہ تنظیم کا مکمل نظام مرتب کیا اور محبِّ اہل بیت اور حمایت حضرت علیؓ کے اظہار کو ذریعہ کامیابی بنایا۔ مصر کے گورنر عبداللہ بن سعد کے حوالے سے مصریوں اور وہاں کے مقیم عربوں کو شکایات تھیں۔ عبداللہ بن سعد کو افریقہ، بربر نیز قیصر اور قسطنطنیہ (۲۷) کے معاملات کی وجہ سے داخلی باتوں کی طرف زیادہ متوجہ رہنے کی فرصت بھی نہ تھی۔ یہاں سے عبداللہ بن سبا نے اپنے بصرہ و کوفہ کے دوستوں سے خط و کتابت جاری کی اور مقررہ مجوزہ نظام کے مطابق مصر، کوفہ اور بصرہ سے وہاں کے عاملوں کے بارے میں شکایات کے حوالے سے مدینہ والوں کے پاس پیہم خطوط جانے شروع ہوئے۔ ساتھ ہی بصرہ والوں کے پاس کوفہ اور مصر سے خطوط پہنچے کہ یہاں کے گورنروں نے بڑے ظلم پر کمر باندھ رکھی ہے اور رعایا پر عرصہ حیات تنگ کر رکھا ہے۔ اسی طرح بصرہ اور کوفہ میں مصر والوں کے پاس اور بصرہ و مصر و دمشق سے کوفہ والوں

کے پاس خطوط پہنچنے لگے۔ چونکہ کسی جگہ بھی عاملوں اور گورنروں کے ہاتھ سے رعایا پر ظلم نہ ہوتا تھا، لہٰذا ہر جگہ کے آدمیوں نے یہ سمجھا کہ ہم سے زیادہ اور تمام صوبوں پر ظلم وتشدد اور بے انصافی روا رکھی جا رہی ہے۔ اور حضرت عثمان غنیؓ غیر منصفانہ طور پر اپنے عاملوں اور گورنروں کو ان کے عہدوں پر برقرار رکھتے ہیں اور ان کو معزول کرنے سے انکار کرتے ہیں۔ چونکہ ہر صوبے اور ہر علاقے سے مدینہ منورہ میں بھی برابر خطوط پہنچ رہے تھے، لہٰذا حضرت عثمان غنیؓ نے عمار بن یاسر کو مصر کی جانب اور محمد بن مسلمہ (۲۸) کو کوفے کی جانب روانہ کیا کہ وہاں کے حالات دیکھ کر آئیں اور صحیح اطلاع دربارِ خلافت میں پہنچائیں۔ عمار بن یاسرؓ جب مصر پہنچے تو وہاں کے ان لوگوں نے جو عبداللہ بن سعدؓ گورنر مصر سے ناخوش تھے اور ان لوگوں نے جو عبداللہ بن سبا کی جماعت سے تعلق رکھتے تھے عمار بن یاسرؓ کو اپنا ہمنوا و ہم خیال بنا لیا اور ان کو مدینہ منورہ میں واپس جانے سے یہ کہہ کر روک لیا کہ حضرت عثمان دیدہ ودانستہ ظلم وستم روا رکھتے ہیں۔ انکی امداد و مصاحبت سے گریز کرنا مناسب ہے۔ عبداللہ بن سبا نے مصر میں بیٹھے بیٹھے اپنے تمام انتظامات خفیہ طور پر مکمل کر لیے تھے۔ حضرت عمار بن یاسرؓ اور ورقا بن رافع انصاریؓ جیسے صحابیوں کو بھی اس نے اپنے دام میں پھنسایا لیکن اس کی اصل تحریک اور مقصودِ حقیقی کا حال سوائے اس کے چند خاص الخاص مسلمان نما یہودیوں کے کسی کو معلوم نہ تھا۔ بظاہر اس نے حبِّ علیؓ اور حبِّ اہل بیت کو خلافت عثمانؓ کے درہم برہم کرنے کے لئے ایک ذریعہ بنایا تھا۔ مذکورہ بالا فوجی مقامات سے بہت سے سادہ لوح عرب اس کے فریب میں آ چکے تھے چنانچہ عبداللہ بن سبا کی سازشوں میں سب سے بڑی سازش یہ تھی کہ اس نے مدینہ منورہ سے حضرت علیؓ کی طرف سے فرضی خطوط کوفہ وبصرہ ومصر والوں کی طرف بھیجے اور اس طرح وہ اپنے آپ کو بھی حضرت علیؓ کا نمائندہ ثابت کرانے اور لوگوں کو دھوکہ دینے میں خوب کامیاب ہوا۔ (۲۹) یہ اس کا ایسا فریب تھا کہ ایک طرف حضرت عثمان غنیؓ شہید ہوئے اور دوسری طرف آج تک لوگ اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ نعوذ باللہ حضرت علیؓ کے اشارے اور سازش سے حضرت عثمان غنیؓ شہید کیے گئے، حالانکہ اس سے زیادہ غلط کوئی دوسری بات نہیں ہوسکتی۔ وہ یعنی عبداللہ بن سبا نہ حضرت عثمان کا دوست تھا، نہ حضرت علیؓ سے اس کو کوئی ہمدردی تھی۔ وہ تو اسلاموفوبیا کا شکار تھا اور دونوں کا یکساں دشمن اور اسلام کی بربادی کا خواہاں تھا۔ اس طرح اس نے ایک طرف تو حضرت عثمان غنیؓ کو شہید کرایا اور دوسری طرف حضرت علیؓ کو شریک سازش ثابت کر کے ان کی عزت وحرمت کو بھی سخت نقصان پہنچانا چاہا۔ آپ ﷺ کے عہد مبارک میں بھی منافقوں کے ہاتھوں سے مسلمانوں کو بارہا آزمائش میں مبتلا ہونا پڑا اور اب عہد عثمان میں انہی کے ہاتھوں مسلمانوں کو ناقابل تلافی نقصان پہنچا۔ یہ فیصلہ

کرنا دشوار ہے کہ عبداللہ بن ابی زیادہ خطرناک منافق تھا یا عبداللہ بن سبا بڑا منافق تھا۔ لیکن یہ ضرور کہا جاسکتا ہے کہ عبداللہ بن ابی کو اپنے شرارت آمیز منصوبوں میں کامیابی کم حاصل ہوئی اور نامرادی و ناکامی بیشتر اس کے حصے میں آئی۔ لیکن عبداللہ بن سبا اگرچہ خود کوئی ذاتی کامیابی حاصل نہ کرسکا، تاہم مسلمانوں کی جمعیت کو وہ نقصان عظیم پہنچانے میں کامیاب ہوگیا۔(۳۰) عبداللہ بن سبا کی مسلم کش کوششوں کا سب سے نقصان دہ پہلو یہ تھا کہ اس نے بنوامیہ کی مخالفت میں اچانک تمام عرب قبائل کو مشتعل کردیا۔ جس کے لئے اس نے حضرت علیؓ کی حمایت وصحبت کو ذریعہ اور بہانہ بنایا۔ جن قبائل میں اس نے مخالفت بنوامیہ اور عداوت عثمانی پیدا کرنی چاہی، یہ سب کے سب وہی لوگ تھے جو اپنی فتوحات پر مغرور اور اپنے کارناموں کے مقابلے میں قریش اہل حجاز کو خاطر میں نہ لاتے تھے، لیکن سابق الاسلام نہ تھے بلکہ نومسلموں میں ان کا شمار تھا۔ عبداللہ بن سبا بصرہ وکوفہ، دمشق وغیرہ فوجی مرکزوں میں گھوما۔ جہاں سوائے دمشق کے ہر جگہ اس کو حمایت اور موافق ماحول میسر ہوئے۔ دمشق میں بھی اس کو کم کامیابی نہیں ہوئی کیونکہ یہاں بھی اس نے حضرت ابوذر غفاریؓ(۳۱) والے واقعہ سے خوب فائدہ اٹھایا۔ آخر میں وہ مصر پہنچا اور تمام مرکزی مقامات کے اندر جہاں وہ خود سامان فراہم کرآیا تھا، مصر میں بیٹھے بٹھائے اپنی تحریک کو ترقی دی۔ مصر کو اس نے اپنا مرکز اس لیے بنایا کہ یہاں کا گورنر عبداللہ بن سعد خودمختاری میں تو دوسرے گورنروں سے بڑھا ہوا تھا البتہ ارومیوں وغیرہ کے حملوں کی روک تھام کے خیال اور افریقہ وطرابلس وغیرہ کی حفاظت کی فکر میں اندرونی تحریکوں اور داخلی کاموں کی طرف زیادہ متوجہ نہیں ہوسکا۔ یہاں پر اس کو دو تین صحابی ایسے مل گئے جو بڑی آسانی سے اس کے ارادوں کی اعانت میں شریک ومصروف ہوگئے۔

منافقوں اور خفیہ سازشیں کرنے والوں نے آپ ﷺ کے عہد مبارک میں بھی مسلمانوں کو کئی مرتبہ پریشانیوں میں مبتلا کیا لیکن عہد صدیقی اور عہد فاروقی میں یہ لوگ کوئی قابل تذکرہ کامیابی حاصل نہ کرسکے۔ عہد عثمان میں ان کو پھر شرانگیزی کے مواقع میسر آگئے اور حضرت علیؓ کا تمام عہد خلافت انہی شریروں کی شرارتوں کے پیدا کئے ہوئے ہنگاموں میں گزرا۔ آخرکار یہیں شرارتیں حضرت علیؓ کا شہادت کا سبب بن گئیں(۳۲)۔ جس طرح حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کی شہادت انہی منافقین کی وجہ سے ہوئی۔

خلاصہ یہ ہے کہ اسلاموفوبیا کی متنوع شکلیں تاریخ اسلام کے ہر دور میں موجود رہی ہیں البتہ ان کے مناہج اور طریقۂ کار۔ خلافت راشدہ کے عہد کے آخری ایام میں عبداللہ بن سبا کا کردار اور اس کے افکار کے اثرات پوری طرح ختم نہیں ہوئے اور بعد کے آنے والے واقعات میں بھی کسی نہ کسی طریقے سے اس کا اظہار

ہوتا رہا جس کو علیحدہ سے موضوع بحث بنایا جا سکتا ہے۔

حوالہ جات

۱۔ کعبہ کے دائیں جانب واقع ہونے کی وجہ سے الیمن کہلاتا ہے۔ بحر قلزم کے ساحل پر ہے۔ صنعاء مشہور شہر اور دار الخلافہ ہے۔ ابو عبید عبداللہ بن عبد العزیز، معجم ما استعجم من اسماء البلاد، ۱۴۰۱/۴، عالم الکتب، بیروت، ۱۴۰۳ھ/۱۹۸۲ء۔

۲۔ یہ یمن کے جنوب میں واقع ہے۔ اور عدن سے مشرق کی طرف ہے۔ صنعاء سے ۴۷ فرسخ کے فاصلے پر واقع ہے یہ دو شہروں شبام اور تریم پر مشتمل ہے۔ یہاں ھود علیہ السلام کی قبر بھی ہے۔ المعالم الاثیرہ، ۱۰۱/۱۔ آثار البلاد، ۳۵/۱۔

۳۔ یہ مسیلمہ بن ثمامہ ہے۔ جھوٹے مدعیان نبوت میں سر فہرست تھا۔ جنگ یمامہ اس کے خلاف لڑی گئی جس میں مسیلمہ ۱۲ھ میں قتل ہوا۔ اس جنگ میں بڑی تعداد میں حفاظ و قراء شہید ہوئے۔ اور یہی جنگ یمامہ قرآن پاک کی جمع و تدوین کی وجہ بنی۔ الاعلام، ج ۷، ص ۲۲۶۔

۴۔ یہ طلیحہ بن خویلد الاسدی ہے۔ بنو اسد سے تعلق تھا۔ مسلمان ہوا۔ پھر مرتد ہو کر نبی کریم ﷺ کی حیاۃ ہی میں نبوت کا دعویٰ کیا۔ اسد الغابہ، ج ۵، ص ۱۲۷۔

۵۔ یہ ام صادر سجاح بنت الحارث بن سوید التمیمیہ ہے۔ ادیبہ، شاعرہ، مؤرخہ اور دانشورہ تھی۔ نبوت کا دعویٰ کیا اور دلیل میں انا خاتم النبیین لانبی بعدی والی حدیث پیش کرتی کہ نبی نے یہ نہیں کہا کہ میرے بعد کوئی عورت نبی نہیں بن سکتی۔ الاعلام، ج ۳، ص ۷۸۔

۶۔ ابو محمد، عبد الملک بن ھشام، السیرۃ النبویہ (سیرت ابن ھشام)، ج ۳، ص ۱۱۲، ادارہ اسلامیات، لاہور، ۱۹۹۲ء۔

۷۔ آپ ابو حفص عمر بن الخطاب بن نفیل بن عدی القرشی ہیں۔ دوسرے خلیفہ راشد ہیں۔ نبی کریم ﷺ، ابی بن کعب اور ابوبکر صدیق سے علم حاصل کیا۔ شاگردوں میں ابراہیم بن عبد الرحمن بن عوف، اسلم (مولیٰ عمر) اور اسود بن یزید شامل ہیں۔ ۲۳ھ/۶۴۳ء کو مدینہ منورہ میں وفات ہوئے۔ الاصابۃ ج ۲، ص ۵۱۸، رقم ۵۷۳۸۔ اسد الغابۃ، ج ۴، ص ۵۲۔ الاعلام، ج ۵، ص ۴۵۔ صفۃ الصفوۃ، ج ۱، ص ۱۰۱۔

۸۔ احمد بن یحییٰ بن جابر ابو الازہری، فتوح البلدان، ج ۱، ص ۵۴، ۵۵، نفیس اکیڈمی، کراچی، سن اشاعت نامعلوم۔

۹۔ ابن حجر عسقلانی، فتح الباری شرح صحیح بخاری، کتاب الوصایا، ج ۵، ص ۳۶۱۔

۱۰۔ یہ روم کے بادشاہ ہرقل ہیں۔ نصرانی تھے۔ لقب قیصر تھا۔ نبی کریم ﷺ نے اسے اسلام کی دعوت کے لئے خط لکھا۔ اس نے خط کی بڑی قدر کی اور ابوسفیان سے حالات کا پوچھا۔ لیکن اپنے وزراء کے ڈر سے اسلام قبول نہ کیا۔ سیر اعلام النبلاء، ۲/۴۱۳۔

۱۱۔ سیرت ابن ہشام، ج ۱، ص ۳۸۔

۱۲۔ آپ ابو محمد عبدالرحمٰن بن عوف بن عبد عوف القرشی ہیں۔ سادات صحابہ اور عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ شیوخ میں عمر بن خطاب اور زبیر بن عوام جبکہ شاگردوں میں جابر بن عبداللہ، جبیر بن معطم اور انس بن مالک شامل ہیں۔ ۳۲ھ میں وفات پائی۔ سیر اعلام النبلاء، ج ۱، ص ۵۳، رقم ۶۔

۱۳۔ سیرت ابن ہشام، ج ۱، ۴۹۲۔

۱۴۔ آپ ابو محمد عبدالرحمٰن بن ابوبکر الصدیق ہیں۔ صحابی ہیں۔ شیوخ میں والد ابوبکر صدیق جبکہ شاگردوں میں سعید بن المسیب اور ابن ابی لیلیٰ مشہور ہیں۔ ۵۳ھ/۶۷۲ء کو وفات ہوئے۔ الاصابہ، ج ۲، ص ۲۹۵۔ الاستیعاب، ج ۲، ص ۲۸۵۔ سیر اعلام النبلاء، ج ۲، ص ۴۷۱۔

۱۵۔ آپ سعد بن ابی وقاص بن مالک القرشی ہیں۔ صحابی ہیں۔ نبی کریم ﷺ اور خولہ بنت حکیم سے استفادہ کیا۔ شاگردوں میں آپ کا بیٹا ابراہیم، احنف بن قیس اور جابر بن سمرۃ مشہور ہیں۔ ۵۵ھ/۶۷۴ء کو وفات ہوئے۔ الاعلام، ج ۳، ص ۸۷، تھذیب التھذیب، ج ۳، ص ۴۸۳۔ صفۃ الصفوۃ، ج ۱، ص ۱۳۸۔ حلیۃ الاولیاء، ج ۱، ص ۹۲۔

۱۶۔ آپ صہیب بن سنان بن خالد بن عمرو الرومی ہیں۔ صحابی ہیں۔ نبی کریم ﷺ اور عمرؓ سے استفادہ کیا۔ جبکہ شاگردوں میں اپنے بیٹے سعد اور حبیب مشہور ہیں۔ ۳۸ھ/۶۵۸ء کو وفات ہوئے۔ الاصابہ، ج ۵، ص ۱۶۰۔ الاستیعاب، ج ۵، ص ۱۴۷۔ اسد الغابہ، ج ۳، ص ۳۶۔

۱۷۔ اکبر شاہ خان، تاریخ اسلام، ج ۱، ص ۴۲۶، ۴۲۷۔

۱۸۔ یہ عبداللہ بن سبا یہودی تھا۔ ابن ابی السوداء کے نام سے مشہور تھا۔ صنعاء شہر کا رہنے والا تھا۔ عمر فاروق کے

دور میں اسلام قبول کیا اور بعد میں اسی شکل میں اسلام کو بہت نقصان پہنچایا۔علی بن ابی طالب کی انتہائی حمایت کرتا تھا۔تھذیب التھذیب، ج۸،ص۴۷۔

۱۹۔ یہ یمن کے شمالی علاقے میں بڑا شہر ہے۔یمن کا قدیم دارالخلافہ ہے۔قدیم تہذیب کا مرکز تھا۔میٹھے پانی اور سرسبز مٹی کے لئے مشہور ہے۔آثار البلاد، ج۱،ص۱۸۔

۲۰۔ ڈاکٹر محمد علی اسلابی، عثمان بن عفان: شخصیت اور کارنامے، ترجمہ شمیم احمد خالی، ص۳۹۳،۳۹۴، الفرقان ٹرسٹ، مظفر گڑھ، سال اشاعت نامعلوم۔

۲۱۔ یہ عراق کا ایک مشہور شہر ہے جو دریا کے کنارے واقع ہے۔ یہاں کھجور بہت زیادہ ہیں۔عمر بن خطاب کے دورِ خلافت میں عتبہ بن غزوان نے اس شہر کو آباد کیا۔ یہاں بڑی تعداد میں صحابہ آباد ہوئے اور ایک بڑی تعداد میں فقہاء وعلماء اس کی طرف منسوب ہیں۔آثار البلاد واخبار العباد، ۱/۳۰۹۔

۲۲۔ آپ حکیم بن جبلہ بن الحصین بن اسود بن کعب العبدی ہیں۔ بنی عبد قیس سے تعلق تھا۔صحابی ہونے میں اختلاف ہے۔ ۳۶ھ میں وفات پائی۔دورِ عثمان کے فتن میں نام آتا ہے۔اسد الغابہ،۳،ص۷۵۔

۲۳۔ سورہ القصص، آیت ۸۵

۲۴۔ ڈاکٹر علی محمد، عثمان بن عفان، ص۴۰۳ تا ۴۰۵۔

۲۵۔ عمر بن خطاب کے دور خلافت میں سعد بن ابی وقاصؓ نے ۱۷ھ میں دریائے فرات کے کنارے اس شہر کی بنیاد رکھی۔ بڑی تعداد میں صحابہ آکر یہاں آباد ہوئے۔کھجور کی پیداوار زیادہ ہوتی ہے۔بغداد سے ۱۵۶ کلومیٹر جبکہ میدان کربلا اس کے جنوب میں ۶۰ کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔ بڑی تعداد میں فقہاء اور علماء اس شہر کی طرف منسوب ہیں۔

ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ الحمیری، الروض المعطار فی خبر الاقطار، ۱/۵۰۱، مؤسسہ ناصر لثقافۃ، بیروت، ۱۴۰۱ھ/۱۹۸۰ء۔

۲۶۔ یہ امیہ بن عبد شمس کی اولاد ہے۔عدنانی قبائل میں سے قریش کے عظیم بطن سے تھے۔حجاز میں آباد تھے۔بعد میں منتشر ہوکر شام، مصر اور اندلس میں پھیل گئے۔عمر رضا کحالہ، معجم قبائل العرب، ج۲،ص۸۴۳۔

۲۷۔ یہ روم کا دارالخلافہ اور یونان کا ایک بڑا شہر تھا۔اسے قسطنطین اول نے ۳۲۴ء میں بنایا۔کئی کوششوں کے بعد سلطان محمد فاتح نے اسے فتح کیا اور مسلمانوں کا دارالخلافہ بنایا۔معجم البلدان، ۴/۳۴۷۔

۲۸۔ آپ ابوعبداللہ محمد بن مسلمہ الانصاری ہیں۔صحابی ہیں۔ نبی کریم ﷺ سے استفادہ کیا جبکہ شاگردوں میں جابر بن عبداللہ اور حسن بصری شامل ہیں۔۴۳ھ/۶۶۳ء کو وفات پائی۔ الاستیعاب، ۱۳۷۷/۳، (۲۳۴۴)۔الاصابہ، ۲۸/۶، (۷۸۲۲)۔

۲۹۔ ڈاکٹر علی محمد، عثمان بن عفان، ص ۴۱۰ تا ۴۲۱۔

۳۰۔ ڈاکٹر علی محمد، عثمان بن عفان، ص ۴۹۷ تا ۵۰۴۔

۳۱۔ آپ ابوذر جندب بن جنادہ الغفاری ہیں۔صحابی ہیں۔ نبی کریم ﷺ سے استفادہ کیا جبکہ شاگردوں میں اسامہ بن سلمان اور انس بن مالک شامل ہیں۔۳۲ھ/۶۵۲ء کو وفات پائی۔اسدالغابہ، ۵۶۲/۱، (۸۰۰)۔ الاصابہ، ۱۰۵/۷، (۹۸۷۷) ۳۲۔سیرت ابن ہشام، ج ۲،ص ۳۹۵۔